الحجۃ الفاتحہ

مصنف

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولینا مفتی الشاہ
امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

ناشر
بزم فیضانِ رضا طلباء دار العلوم محبوب سبحانی
امام احمد رضا چوک بازار روڈ کرلا ممبئی ۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحجة الفائحة لطیب التعیین والفاتحة

۱۳ھ

(دن متعین کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجت)

مصنف

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مترجم

خیر الاذکیا محقق اجل حضرت العلام **مولانا محمد احمد** مصباحی صاحب

شیخ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی

ناشر

بزم فیضان رضا طلباء دار العلوم محبوب سبحانی

امام احمد رضا چوک، کرلا، ممبئی (انڈیا)

فون نمبر: +9122-25034271-25038270-25037517

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۸

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ
مصنف	:	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، رضی اللہ عنہ
صفحات	:	چونسٹھ (۶۴)
قیمت	:	۲۰ روپے (بیس)
کمپوزنگ	:	رضوی کمپیوٹر پوائنٹ، رضوی کتاب گھر، جامع مسجد، دہلی فون نمبر: 23264524
ناشر	:	بزم فیضان رضا طلباء دار العلوم محبوب سبحانی امام احمد رضا چوک، کرلا، ممبئی (انڈیا)

رابطہ کا پتہ

بزم فیضان رضا طلباء دار العلوم محبوب سبحانی

امام احمد رضا چوک، کرلا، ممبئی (انڈیا)

فون نمبر: +9122-25034271-25038270-25037517

بیادگار

عاشق محبوب لاثانی واجد انوار ربانی، باغبان چمن محبوب سبحانی واقف اسرار شریعت سائر اطوار طریقت ساحل قوم وملت حضور علامہ مفتی عبد الرحیم خان ساحل نوری علیہ الرحمۃ جن کی ۳۰ رسالہ خدمت وکاوش کا نتیجہ دار العلوم محبوب سبحانی کا حسین چمن ہے جو مسرور نظر کا سامان اور منزل مقصود کا روشن نشان ہے جس کے ہزاروں پھول ملک وبیرون میں اپنی بھینی خوشبوؤں سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے دماغ ومشام جاں کو معطر کررہے ہیں اور انہیں کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی سے ہماری منزل کی راہیں تابندہ اور درخشاں ہیں اسی عظیم المرتبت محسن کی یاد میں ہم طلبۂ دار العلوم محبوب سبحانی نے امام عشق ومحبت کے اس رسالے کو شائع کیا۔

ابر رحمت تیری مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

۷۸۶/۹۲

پیش لفظ

زیرنظر رسالہ الحجة الفائحة لطيب التعين والفاتحة مجدد مائۃ حاضرہ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا تصنیف کردہ رسالہ ہے جس کا ترجمہ خیر الاذکیا محقق اجل حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ نے برائے ایصال ثواب فرما کر عوام اہل سنت پر احسان فرمایا ہے سرزمین ہندوستان پر تیجہ چالیسواں چھ ماہی برسی وغیرہ مراسم جو زمانۂ قدیم سے رائج ہیں اور علماء اہل سنت کا معمول بھی۔ آج جدید مکاتب فکر کے مدعیان علم وفن مکروہ اور بدعت کہتے ہیں جس کی وجہ سے بعض مسلمان الجھنوں کا شکار ہوجاتے ہیں ہمیں یقین کامل ہے کہ جو شخص اس رسالہ کو پڑھ لے گا تو انشاء المولیٰ تعالیٰ وہ تیجہ وچالیسواں وغیرہ خود بھی منعقد کرے گا اور منکرین کو بھی مدلل ومسکت جواب دے کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کرے گا امام عشق ومحبت نے احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ سے ثابت فرمایا ہے کہ نیک اعمال کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے وہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارکہ ہے۔ من استطاع منکم ان ینفع اخاہٗ فلینفعہٗ (جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے)

آپ کو علم قرآن علم حدیث علم تفسیر علم فقہ پر خصوصاً اور دیگر بہت سے علوم پر عموماً کامل مہارت اور زبردست دسترس حاصل تھی علم قرآن کا اندازہ اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں پایا جاتا ہے اور جس کی کوئی مثال نہ اردو میں ہے اور نہ ہی کسی اور زبان میں جس کا ہر لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جاسکتا بظاہر تو وہ ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ صحیح تفاسیر واحادیث کے توسط بارگاہ رسالت سے ملنے والا ایمانی خزانہ ہے اندازہ اس بات سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کے ماخذ ہیں۔ ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت

ودرایت کی خامیاں ہمہ دم از بر تھیں آپ نے اپنے سیف قلم سے سرکش باطل پرستوں کو مجروح ومردہ کردیا اللہ رب العزت نے آپ کو لغزش قلم اور فلتت لسان سے محفوظ فرمالیا اور زبان وقلم نکتہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرمادیا۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

مذکورہ رسالہ سے آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے وقت کے تقاضے کے پیش نظر بزم فیضان رضا کے طلبہ نے اس رسالے کو چھپوا کر مسلمانان اہل سنت تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھایا ہے پیش لفظ کے آخری سطور کو قلم بند کرتے ہوئے میں حضور ساحل ملت حضرت علامہ مفتی الشاہ عبد الرحیم خاں مصباحی علیہ الرحمہ ورضوان بانی وشیخ الحدیث کے مقدس زندگی پر چند سطور قلم بند کرنا اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ چاہے بزم فیضان رضا ہو یا دار العلوم محبوب سبحانی کی فلک بوس عمارت یا اس کا بلند معیار تعلیم وتعلم اس کی تعمیر وترقی اور عروج وارتقاء تک پہنچانے میں آپ نے اپنا خون جگر شامل فرمایا ہے جسے مسلمانان اہل سنت کبھی فراموش نہیں کرسکتے شخصیت ارتقائی اور اکتسابی عمل کا دوسرا روپ ہے وہ جامد نہیں ہوتی بلکہ حرکی انداز میں پروان چڑھتی رہتی ہے آہستہ آہستہ اس میں خوبیاں درایت کر جاتی ہیں اور وہ فضل وکمال کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔

حضور ساحل ملت ضلع فیض آباد کے ایک مشہور گاؤں میں پیدا ہوئے والدین کی محبتوں وبے پناہ عنایتوں میں بالیدگی کی منزل سے ہمکنار ہوئے ابتدائی تعلیم آپ نے اطراف وجوانب کے مدارس اسلامیہ میں حاصل کی اور جب اعلیٰ تعلیم کے لئے شوق بیدار ہوا تو اکتساب علم کی اس اتھاہ پیاس کی شدت کو سیراب کرنے کے لئے مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پہنچے حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی کی بافیض صحبت نے ان کی شخصیت کو پرکشش اور پرسوز بنادیا علم ومعرفت کا جام پلا کر تمام تر خوبیوں کا جامع بنا کر خدمت دین متین کے لئے روانہ فرمایا ابتداء میں آپ نے متعدد مقام پر خدمت دین متین فرمایا چند سال متعدد مقامات پر خدمت دین متین کرکے آپ نے عروس البلاد ممبئی کی سرزمین کو اپنا مستقل مستقر بنایا حضور حافظ ملت کے فیض یافتہ کرلا کی مشہور مسجد محبوب سبحانی میں چند سال امامت فرماتے رہے آپ نے حالت ومعاملات کا جائزہ لیا تو

ناگفتہ بہ پاکر قوم وملت اور ان کے زندگی کو روشن تابناک بنانے کے لئے آپ نے ۱۹۷۶ء میں دار العلوم محبوب سبحانی کا سنگ بنیاد بے سروسامانی کے عالم میں رکھا الحمدللہ دار العلوم ایک تناور درخت بن چکا ہے جس کے سایہ میں علم وادب کا قافلہ آرام فرما ہے آج اس کی جڑیں اندرون ملک وبیرون ملک میں بڑی گہری ہوچکی ہے خصوصاً ہندوستان کے گوشے گوشے میں اس کے خدمات کا ڈنکا بج رہا ہے اس کی بنیادی وجہ اس کا وہ اعلیٰ ارفع نظام تعلیم ہے جس نے علماء وفضلاء حفاظ وقراء اور مدرسین و معلمین و مبلغین کی اعلیٰ ٹیم تیار کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے اللہ کا شکر ہے کہ بزم فیضان رضا نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اور ملک کے کونے کونے میں اس کے اشاعتی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے چنانچہ شروع ہی سے ہمارے طلبہ نے اشاعت کے لئے ایسی کتاب منتخب کیا ہے جس سے اہل سنت وجماعت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو اس سلسلے میں خصوصاً امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی کتابوں کو خصوصی ترجیح دی گئی ہے ذیل میں چند مطبوعہ کتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ رضا کوئز بک، اکرام امام احمد رضا، تجلیات امام احمد رضا، گستاخ رسول کی شرعی سزا، اندھیرے سے اجالے تک، برکات الامداد، اظہار الحق الجلی، میلاد مصطفٰے، مسائل سبعہ، مدار نجات، کتاب التراویح اور زیر نظر رسالہ الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول عام وتام فرمائے اور بزم فیضان رضا کے طلبہ کو ہر قسم کے آفات وبلیات سے محفوظ رکھے ان سے اسی طرح سے دین متین کی خدمت لیتا رہے اور دیگر مدارس اسلامیہ کے طلبہ کو ان کے تقلید کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز مصنف علیہ الرحمہ اور مترجم اور ناشر کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین

ذوالفقار علی برکاتی

استاذ دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا

رسالہ

الحُجّۃ الفائحۃ

لطیب التعیین والفاتحۃ

۱۳ ھ

(دن متعین کرنے اور فاتحہ کے عمدہ ہونے پر عطر بیز حجت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مسئلہ ۱۸۳)

سوم ودهم وچهلم وششماهی وسالیانه که دریں دیار هند مروج ست، اورا بعض علماء بدعت شنیعه مکروهه گویند واقوال چند بر درستی اوست وطعامے که بعد موتے به نیت ثواب می پزند وهر دو دست برداشته فاتحه دهند آن را علمائے ظواهر غیر مقلدین بباعث فاتحه مردار وحرام دانسته گویند، ایں طریقه در زمانۂ نبوی واصحاب کبار مصطفوی وتابعین واتباع تابعین رضوان اللّٰه تعالیٰ علیهم اجمعین نبود بلکه طعام وشیرینی که نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس دریں مسئله هر چه حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب. بینوا توجروا

(ترجمہ) تیجہ، دسواں، چالیسواں چھ ماہی، برسی جو دیارِ ہند میں رائج ہے اسے بعض علماء مکروہ بدعتِ شنیعہ کہتے ہیں، اور کچھ کے اقوال یہ ہیں کہ وہ درست ہے۔ اور کسی موت کے بعد ثواب کی نیت سے جو کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دیتے ہیں اس کو غیر مقلد ظاہری علماء فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کے بزرگ صحابہ،

تابعین اور اتباعِ تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں نہ تھا۔ بلکہ بزرگانِ دین کی نیاز کے لیے جو کھانا اور شیرینی ہے وہ مردار کی طرح ہے۔ تو اس مسئلہ میں جو واجب العمل حکم شرعی ہو کتاب کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ بیان کریں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب:

قولِ فیصل وسخنِ مجمل درین باب آنست که ایصالِ ثواب وهدیهٔ اجر بامواتِ مسلمین باجماعِ کافه اهل سنت وجماعت امریست مرغوب ودر شرع مندوب. احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیه افضل الصلوٰۃ من ملک الجبار ودر ترغیب وتصویب ایں کار وارد شد. امام علامه محقق علی الاطلاق در فتح القدیر وامام علامه فخر الدین زیلعی در نصب الرایه وامام علامه جلال الدین سیوطی در شرح الصدور وفاضل علامه علی قاری در مسلک متقسط وغیرهم فی غیرها بذکر برخی از انها پرداخته اند وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیه جاهل یا ضال مطلق مبتدعان زمانه را که خون پنهان معتزلیت بجوش آمده است درپرده ترخیص نیابت وتخصیص وکالت، اهدائے ثواب را انکار کننده وپیش خویش اجماع قطعی اهل سنت را براهم زنند باز بشهادت احادیث کثیر وجزم وتصحیح جمهور ائمه وصول ثواب خاص بقربات مالیه نیست بلکه مالیه وبدنیه هر دو را عام همیں ست مذهب ائمهٔ حنفیه وبرین اند بسیارے از محققین شافعیه وعلیه الجمهور وهو الصحیح الرجیح المنصور باز اجماع ایں هر دو که هم قرآن خوانند وهم تصدق کنند وثواب هر دو

بمسلمانان رسانند نیست مگر جمع حسن باحسن ومندوب با مندوب وزنهار یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نه شرع بانکار این جمع وارد شد کقراءۃ القران فی الرکوع والسجود پس اورا مخدور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن ست. امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہٗ العالی دراحیاء العلوم فرماید اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع[۱] وهمدرانست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحاً[۲] تمام تحصیل این اصلی انیق امام المدققین ختام المحققین حضرت والد قدس سرہٗ الماجد در کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرموده اند واین معنی را از حدیثِ صحاح استنباط نموده، من شاء فلیتشرف بمطالعتهٗ وخود معلم اول طائفهِ مانعین مولوی اسمعیل دهلوی را خوبی این اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلم است وصراطِ مستقیم چنان راه اعتراف وتسلیم پوید، "هر گاه ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف براطعام نه گزارد اگر میسر باشد بهتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحه واخلاص بهترین ثوابها ست[۳] اه وشک نیست که طریقه ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست جل جلاله. امام الطائفه درصراط مستقیم گوید "هر عبادتیکه از مسلمان ادا شود وثوابِ آن بروح کسے از گزشتگان برساند وطریق رسانیدن آن دعائے خیر بجناب الٰهی ست پس این خود البته بهتر ومستحسن است[۴] الخ دو دست برداشتن از آداب مطلق دعا ست درحصن حصین فرماید اٰداب الدعاء منها بسط الیدین،

ت مس: ورفعهمايعنی هر دو دست برداشتن بحكم حديث صحاح سته از آداب دعا است واز ائمه وعلمائے ماچه گوئی خود معلم ثانی طوائف منكرين درمسائل اربعين گويد "دست برداشتن برائے دعا وقت تعزيت ظاهر اجواز است زيرا كه رفع يدين در دعا مطلقاً ثابت شده پس دريں وقت هم مضائقه نه دارد وليكن تخصيص آن برائے دعا وقت تعزيت ماثور نيست اه" ببينيد با آنكه خصوصيت را غير ماثور گفت اما بدليل اطلاق استظهار جواز كرد. ودرفعل او هيچ مضائقه نديد. بالجمله ازيں امور زنهار چيزے نيست كه در شرع مطهر مستنكر باشد ومجرد عدم ورود خصوصيات را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح وجهلے فاضح فقير بعون القدير ايں مبحث را در مجموعه مبارك البارقة الشارقة علیٰ ما رقة المشارقه روشن تر گفته ام وعلمائے سنت بارها اين مدعيان را تا خانه رسانده وبرخاك مذلت نشانده اند. حاجت تفصيل وتطويل نيست، اما آنچه امام الطائفه باوجود تسليم عدم ورود دريں باب گفته است، شنيدن دارد، در تقرير ذبيحه مطبوع رساله زبدة النصائح می گويد "همه اوضاع از قرآن خوانی وفاتحه خوانی وطعام خورانيدن سوائے كندن چاه وامثاله ودعا واستغفار واضحيه بدعت است، گو بدعت حسنه بالخصوص است مثل معانقه روزِ عيد ومصافحه بعد نمازِ صبح يا عصراه" اربابِ طائفه امام خود شان پرسند كه باآنكه ايں طريقه ها را عموماً وفاتحه خوانی را خصوصاً بدعت ومحدث ميدانی چه گونه حسنه می گوئی وخلاف طائفه راه می پوئی، باز ذكر معانقهٔ

عيد سنگ آمد وسخت آمد، آرے تلون اين امام متبعانش را كار بجان وكار با استخوان رسانده است ولا حول ولا قوة الا بالله العلی وكلام معلم ثانی حالا گزشت كه باوجود عدم ثبوت خصوصيت مضائقه نه دانست.

(ترجمہ) اس بات میں قولِ فیصل اور اجمالی کلام یہ ہے کہ مسلمان مردوں کو ثواب پہنچانا اور اجر ہدیہ کرنا ایک پسندیدہ اور شریعت میں مندوب امر ہے جس پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ اس عمل کو درست قرار دینے اور اس کی رغبت دلانے سے متعلق حضور سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ جن میں سے کچھ احادیث امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں، امام علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، فاضل علامہ علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دوسرے حضرات نے دوسری کتابوں میں بیان فرمائی ہیں۔ اس عمل کا انکار وہی کرے گا جو بے وقوف جاہل یا گمراہ صاحبِ باطل ہو۔ اس زمانہ کے بدمذہبوں میں معتزلیت کا چھپا ہوا خون جوش میں آ گیا ہے معتزلہ کی نیابت اور خصوصی وکالت کے پردے میں ایصال ثواب کے منکر ہیں اور خود اہل سنت کے اجماعِ قطعی کے مخالف ہیں۔ پھر احادیثِ کثیرہ کی شہادت اور جمہور ائمہ کے جزم اور تصحیح سے ثابت ہے کہ ثواب پہنچنا قربتِ مالی سے خاص نہیں بلکہ مالی وبدنی دونوں کو عام ہے۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے اور اسی پر بہت سے محققین شافعیہ بھی ہیں اور اسی پر جمہور ہیں اور یہی صحیح، راجح اور نصرت یافتہ مسلک ہے۔ پھر بدنی ومالی دونوں کو جمع کرنا اس طرح کہ قرآن بھی پڑھیں، صدقہ بھی کریں اور دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچائیں، یہ حسن کو حسن اور مندوب کو مندوب کے ساتھ یکجا کرنا ہی تو ہے، ہرگز ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، جیسے نماز کے اندر مصحف دیکھ کر تلاوت کرنے میں ہے، نہ ہی شریعت میں اس

جمع سے منع وارد ہے جیسے رکوع وسجود میں قرأت قرآن سے متعلق ہے۔ پھر اس کو ممنوع ٹھہرانا عقل کے دائرے سے قدم باہر لانا ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہٗ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہوجائے گا۔ اور اسی میں ہے۔ جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا۔ اس عمدہ قاعدے کا پورا بیان اہل تدقیق کے پیشوا، اہل تحقیق کی مہر، حضرت والد قدس سرہٗ نے کتاب مستطاب ''اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد'' میں کیا ہے اور صحاح کی حدیث سے اس معنی کا استنباط فرمایا ہے۔ جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ خود طائفۂ مانعین کے معلم اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کو قرآن اور طعام کی اس یکجائی کا عمدہ ہونا قبول وتسلیم ہے، صراطِ مستقیم میں یوں اقرار وتسلیم کی راہ اختیار کی ہے۔ ''جب میت کو کوئی فائدہ پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر موقوف نہ رکھے اگر میسر ہو بہتر ہے ورنہ صرف سورۂ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے اھ''۔ اور شک نہیں کہ ایصالِ ثواب کا طریقہ یہی ہے کہ رب الارباب جل جلالہ کی بارگاہ میں دعا ہو۔ امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے۔ ''جو عبادت کسی مسلمان سے ادا ہو اور اس کا ثواب گزرے ہوئے لوگوں میں سے کسی کی روح کو پہنچائے، اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعا ہے تو یہ خود بلاشبہ بہتر اور مستحسن ہے الخ''۔ اور ہاتھ اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے۔ حصن حصین میں ہے ''دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو پھیلائے (ترمذی، مستدرک حاکم) اور بلند کرے (صحاح ستہ) معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا آداب دعا سے ہونا صحاح ستہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ہمارے ائمہ اور علماء کی کیا بات ہے خود طوائف منکرین کے معلم ثانی نے مسائل اربعین میں لکھا ہے۔ ''وقتِ تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف سے مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے تو اس وقت میں بھی کوئی

مضائقہ نہ ہوگا، مگر خاص وقتِ تعزیت کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا آثار میں منقول نہیں، اھ''۔ دیکھئے خصوصیت کو غیر ماثور بتانے کے باوجود، دلیل اطلاق سے جواز کو ظاہر کہا اور اس کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہ جانا۔ الحاصل ان باتوں سے شریعت میں کبھی بھی کوئی چیز بری نہیں ہوتی، اور ان خصوصیات کے صرف وارد نہ ہونے کو مستلزم ممانعت سمجھنا تو ایک کھلی ہوئی غلطی اور شرمناک جہالت ہے۔ فقیر نے رب قدیر کی مدد سے یہ بحث ''البارقة الشارقة على مارقة المشارقة'' میں زیادہ روشن طور پر تحریر کی ہے۔ اور علمائے سنت نے بارہا ان مدعیوں کو گھر تک پہنچایا اور خاکِ ذلت پر بٹھایا ہے، تفصیل وتطویل کی ضرورت نہیں۔ لیکن امام الطائفہ نے اس باب میں عدم ورود تسلیم کرنے کے باوجود جو کچھ کہا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔ رسالہ ''زبدۃ النصائح'' میں طبع شدہ تقریر ذبیحہ میں لکھا ہے: ''کنواں کھودنے اور اس جیسے کاموں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب طریقے بدعت ہیں، گو خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نمازِ صبح یا عصر کے بعد مصافحہ''۔ اربابِ طائفہ خود اپنے امام سے پوچھیں کہ ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت اور نو ایجاد قرار دینے کے باوجود ''حسنہ'' کیسے کہتے ہو؟ اور ہمارے گروہ کے خلاف کیسے جاتے ہو؟ پھر معانقہ عید کا ذکر تو ''سنگ آمد وسخت آمد'' ان کے لئے بڑی سخت چٹان ہے۔ اس امام کی تلون مزاجی سے اس کے متبعین کی جان واستخوان پر بن آئی ہے اور ان کا سارا کام ہی تمام کردیا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور معلم ثانی کا کلام ابھی گزرا کہ خصوصیت ثابت نہ ہونے کے باوجود کوئی مضائقہ نہ جانا (ت)

اکنون آمدیم برنقل چند اقوال دیگر از کبراء وعمائد واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں دانند کہ بے منع شرع بتحریم فاتحہ بان کشودن وطعام فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگان

قدست اسرارهم راحرام ومردار گفتن چه کیفرها که نمی چشاند
وکدام بد روز نمی نشاند. شاه ولی الله در انفاس العارفین از والد
خود شان شاه عبد الرحیم نقل کنند. "می فرمودند درایام وفات
حضرت رسالت پناه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم چیزے فتوح نشد
که نیاز آں حضرت طعام پخته شود، قدرے نخود بریاں وقند سیاه
نیاز کردمؒ الخ".

(ترجمہ) اب ہم کچھ اور اقوال امام الطائفہ کے بزرگان وعمائد اور اساتذہ ومشائخ کے نقل کرتے ہیں تا کہ ان بے باکوں کو پتہ چلے کہ شریعت سے ممانعت کے بغیر فاتحہ کو حرام بتانے پر زبان کھولنا اور فاتحہ کے کھانے، بزرگوں کی نیاز کی شیرینی کو حرام ومردار کہنا کیسی سخت سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے برے دن دکھاتا ہے۔(۱) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے نقل کرتے ہیں کہ "وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایامِ وفات میں کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند سیاہ (گڑ) پر نیاز کیا الخ"۔

دردرالثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن راچناں آورند۔

"الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت
اصنع طعاما صلة النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فلم یفتح لی سنة
من السنین شئ اصنع به طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمته بین
الناس فرایته صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم وبین یدیه هذا الحمص
مبتهجا بشاشاً".

(ترجمہ) الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو یوں نقل کیا ہے۔ "بائیسویں حدیث: مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی نیاز کے لئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ کھانا پکواؤں، صرف بھنے ہوئے چنے میسر آئے، وہی میں نے لوگوں میں تقسیم کیے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور وشاداں ہیں"۔

شاه صاحب حسب مذکور در انتباه فی سلاسل اولیاء اللّٰہ نویسند.

(ترجمہ) یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل الاولیاء اللہ میں لکھتے ہیں۔

"برقدرے شیرینی فاتحه بنام خواجگانِ چشت عموماً
بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند، همیں طور هر روز
مے خوانده باشندؒ اه".

(ترجمہ) "تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگانِ چشت کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت طلب کریں، اسی طرح روز پڑھتے رہیں" اھ

لفظ شیرینی وفاتحه هر روز از یاد مرو.

شیرینی، فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔

او شاه صاحب مسطور درهمعات گویند: ازینجا ست حفظ
اعراسِ مشائخ ومواظبت زیارت قبورِ ایشاں والتزام فاتحه خواندن
وصدقه دادن برائے ایشاںؒ".

(ترجمہ) یہی شاہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں "یہیں سے ثابت ہے اعراسِ مشائخ کی نگہداشت اور ان کے مزارات کی زیارت پر مداومت اور ان کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام"۔

شاه صاحب مزبور در فتاویٰ مندرجه زبدة النصائح گویند:
"اگر ملیده وشیر برنج بنا برفاتحه بزرگے بقصد ایصالِ ثواب
بروحِ ایشاں پزند وبخور انند مضائقه نیست جائز ست وطعام نذر

اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ھم خوردن دراں جائز ست[12]"۔

(ترجمہ) یہی شاہ صاحب "زبدۃ النصائح" میں مندرج فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ "اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔ اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے"۔

شاہ صاحب مرحوم درانفاس العارفین نگارند "حضرت (یعنی والد ومرشد ایشاں شاہ عبد الرحیم) ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند وشب ھنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند ومی گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد وملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج وشیرینی برسر و گفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوجِ من بیاید ھماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینند گان درگاہ مخدوم اللّٰہ دیار سائم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم وآرزو کردم کہ کسے آں جا باشد تا تناول کند[13]"۔

(ترجمہ) یہی شاہ صاحب انفاس العارفین میں لکھتے ہیں۔ "حضرت (یعنی ان کے والد ومرشد شاہ عبدالرحیم صاحب) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کے لیے گئے تھے، رات کا وقت تھا، اسی وقت فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ کچھ کھا کر جاؤ۔ توقف فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی اور دوستوں پر اکتاہٹ غالب آگئی، اس وقت ایک عورت چاول اور شیرینی کا طبق سر پر لیے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے شوہر آجائیں تو اسی

ہے اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے۔ بخشا بڑے سے چھوٹے کے لیے ہوتا ہے، اور ایصالِ ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اسے نذر کیا جائے، ہاں نذرِ رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں حالِ سید عبدالرحمٰن ادریسی قدس سرہٗ میں فرماتے ہیں۔

از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے می آورند[52] مسلمان علاقوں سے ان کے لئے نذریں پیش کی جاتی ہیں (ت)

جو مالکِ نصاب نہ ہو شرعاً اسے محتاج کہتے ہیں۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربتِ نیاز کی نسبت وہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہوگا مگر وہابی۔ اور وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ۔

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جب کہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حدیث میں ہے۔

ما اطعمت ولدک فھو لک صدقۃ وما اطعمت خادمک فھو لک صدقۃ وما اطعمت نفسک فھو لک صدقۃ۔[53]

جو کچھ تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تو اپنے نفس کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

وقت یہ کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی، شوہر اسی وقت آئے میں نے نذر پوری کی اور میری آرزو تھی کہ کوئی وہاں موجود ہو جو اسے تناول کرے"۔

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب درتحفه اثنا عشریه فرمایند.

"حضرت امیر وذریة طاهره اور اتمام امت برمثال پیران ومرشدان می پرستند وامور تکوینیه را وابسته بایشان می دانند وفاتحه ودر ودو صدقات ونذر ومنت بنام ایشان رائج ومعمول گردیده چنانچه باجمیع اولیاء الله همیں معامله است[۱۲]."

(ترجمہ) مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں "حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ اوران کی اولاد پاک کوتمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور امورِ تکوینیہ ان سے وابستہ جانتی ہے اوران کے نام فاتحہ ودرود اور صدقات کا معمول ہے اور ایسے ہی تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے"۔

ایں عبارت سراپا بشارت که حرف حرفش برسر مخالف برقے ست خاطف یاریحے قاصف حرف حرف بخاطر باید داشت واز مخالفان پرسید که شاه صاحب بطور شما جمیع امة را صراحة گمراه ومشرک گفتند یا نه وخود این چنیں امور را تجویز وتحسین نموده کافر ومشرک شدند یا نه برتقدیر اول امام الطائفه اسمعیل دهلوی که غلامان غلام ومرید مرید ایشان ست درصراطِ مستقیم بمدح ایشان چناں تر زبان "جناب هدایت مآب، قدوة اربابِ صدق وصفا، زبدهٔ اصحابِ فنا وبقا، سید العلماء وسند الاولیاء، حجة الله علی العالمین، وارث الانبیاء

والمرسلین، مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز[5]".

(ترجمہ) یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ایک ایک حرف مخالف کے سر پر برقِ خاطف یا تباہ کن بگولا ہے دل میں محفوظ رکھنا چاہئے اور مخالفین سے پوچھنا چاہئے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طور پر ساری امت کو صاف صاف گمراہ اور مشرک بتایا یا نہیں؟ اور خود اس طرح کی باتوں کو جائز اور عمدہ بتا کر کافر ومشرک ہوئے یا نہیں؟ بر تقدیر اول، امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی جوان کے غلاموں کا غلام، اور ان کے مرید کا مرید ہے "صراط مستقیم" کے اندر ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے۔

"جناب ہدایت مآب، اربابِ صدق وصفا کے پیشوا، اصحابِ فنا وبقاء کے خلاصہ، علماء کے سردار اولیاء کی سند، سارے جہان پر اللہ کی حجت، انبیاء ومرسلین کے وارث ہر ذلت وعزت والے کے مرجع، ہمارے آقا اور ہمارے مرشد شیخ عبد العزیز"۔

معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجتِ خدا ونائبِ انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وماوا گرفتہ ودر ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم اورفتہ اید ازیں رو برہمہ کافر بے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ؟ بینوا توجروا.

(ترجمہ) ان عظیم وجلیل الفاظ سے معاذ اللہ ایک کافر ومشرک کی تعریف کرکے، اور اسے خدا کی حجت انبیاء کا نائب وغیرہ وغیرہ اعتقاد کرکے خود کافر ومرتد ہوا یا نہیں؟ پھر تم سب اس کافر ومرتد کو امام وپیشوا، سردار ومقتدا اور مرجع وماوا بنا کر، اور ہر مسئلہ وعقیدہ میں اس کے خطِ فرمان پر سر جھکا کر، اس کے قدم بہ قدم چل کر کافر بے دین اور مرتد ولعین ہوئے یا کچھ اور؟ بینوا توجروا (ت)

باز بمطلب عنان تابیم (اب پھر ہم مقصد کی جانب لگام موڑتے ہیں۔ت) مولوی خرمعلی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادث در نصیحۃ المسلمین گوید (مولوی خرمعلی بلہوری طائفہ نو کے معلم ثالث نے "نصیحۃ المسلمین" میں لکھا ہے۔ت)

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارہویں عبد القادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بوعلی قلندر کی، توشہ شاہ عبد الحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں[6] اھ ملخصاً۔

خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود، اورا ذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست[7]".

(ترجمہ) خود امام الطائفہ نے تقریر ذبیحہ میں یہ نغمہ سرائی کی ہے: "اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں پالے تا کہ اس کا گوشت عمدہ ہو، اس کو ذبح کرکے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلائے تو کوئی خلل نہیں ہے"۔

ایں لفظ "خواندہ بخوراند" نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناط انکار سازند و گویند اگر ایں اجتماع اطعام وقرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خواند نہ کہ خواندہ خوراند کہ عبث وباطل ست جواب کامل ازیں شبہ باطل در "بارقہ شارقہ" یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بردل نگاشتنے کہ برایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است. طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام ومردار دانند وامام

الطائفه طعام و گوشت گائونذرِ اولیاء همه را حلال می خواند بشرطیکه تقرب بذبح بسوئے میت نباشد وسپیدی گوید که "جانورے که نذر اولیاء کرده باشند اگرچه چندان نذر بروجه حرام قبیح هم کنند. تاهم ورحلت جانورے سخنے نیست" فکیف که نذر اولیا بروجه حسن باشد چه جائے آنکه محض بے نذر ایصالِ ثواب شود، چه محل آنکه از ذبح جانور دارا قت دم اثرے نبود. همیں فراست قرآنے وتصدق طعامے بمیان آید، مگر در تقریر مذکور چناں می نگارد. اگر شخصے نذر کند که اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم وایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچه دریں نذر گفتگو ست لیکن طعام حلال است وهمچنیں ست حکم گوشت. مثلاً اگر شخصے بگوید که دومن گوشت نذر سید احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خود خواهم خورانید گوشت حلال است واگر بگوید که گوشتِ گائو خواهم خورانید نیزدرست است واگربهمیں قصد گاؤ را نذر کند نیز روا ست چرا که مقصودش گوشت ست. وهمچنیں اگر گاؤ زنده بنام سید احمد کبیر کسے را بدهد بطوریکه نقد می دهند رواست و گوشت آں حلال است[۱۸]" هم در آں ست اگر همیں طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللّٰه اسرارهم کند روا ست. این قدر فرق ست که بسبب انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد وجنس وطعام نمی توانند شد بلکه ثواب صرف آں اللّٰه تعالیٰ بارواح مطهرهٔ ایشاں میرساند پس احوال ایشاں درحالت حیات وممات برابر ست[۱۹]" باز می گوید

"اگر نذر کند که بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دوساله فربه نیاز حضرت غوث الاعظم خواهد کرد. پس حکم این مثل حکم طعام ست. اگر نذر بطریق حسن است هیچ خلل نه واگر قبیح ست فعلش حرام است وحیوان حلال[۲۰]" این یا زده قول ست بعدد ایام یازدهم شریف حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللّٰه تعالیٰ عنه وسه از امام الطائفه بالا گزشت ودواز شاه عبد العزیز صاحب عنقریب می آید وباللّٰه التوفیق والهدایة الیٰ سواء الطریق.

(ترجمہ) یہ لفظ "پڑھ کر کھلائے" بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سے منکرین اسے مدارِ انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کھلانے اور پڑھنے کا اجتماع جائز ہوتا تو بھی چاہیئے تھا کہ کھلا کر پڑھے نہ کہ "پڑھ کر کھلائے" کہ عبث اور باطل ہے۔ اس باطل شبہ کا کامل جواب ہم نے بارقہ شارقہ میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح یہ لفظ "غوثِ اعظم" بھی دل پر لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ "تقویۃ الایمان" کی رو سے کھلا ہوا شرک ہے۔ طرفہ تر یہ کہ نادان متبعین تو فاتحہ کے کھانے کو حرام ومردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کے کھانے اور گائے کے گوشت سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کی جانب تقرب مقصود نہ ہو۔ اور صاف کہتا ہے کہ "جو جانور اولیاء کی نذر کیا ہو، اگرچہ ایسی نذر حرام قبیح طور پر بھی کرتے ہیں پھر بھی جانور کے حلال ہونے میں کلام نہیں۔ پھر اولیاء کی نذر عمدہ طور پر ہو تو حرمت کیسے؟ پھر بغیر نذر کے محض ایصالِ ثواب ہو تو وہ حرام کیسے؟۔ پھر جانور کو ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی نام ونشان بھی نہ ہو صرف قرآن کی قرأت اور طعام کا صدقہ درمیان میں آئے تو اس کے حرام ہونے کا کیا موقع؟۔ تقریر مذکور میں یوں لکھا ہے۔

"اگر کوئی شخص نذر مانے کہ اگر میری فلاں حاجت برآئے تو اس قدر حضرت

سید احمد کبیر کی نیاز کروں گا اور ان کی نیاز کا اتنا کھانا لوگوں کو کھلاؤں گا۔ اگرچہ اس نذر میں کلام ہے مگر کھانا حلال ہے۔ یہی حکم گوشت کا بھی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی حاجت برآنے کے بعد سید احمد کبیر کی نذر کا دو من گوشت کھلاؤں گا تو گوشت حلال ہے۔ اور اگر اسی قصد سے گائے کو نذر کرے تو بھی روا ہے۔ اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے۔ اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے دے جیسے نقد دیتے ہیں، تو بھی جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے"۔ اسی میں ہے: "اسی طرح اگر گزشتہ اولیاء قدس اللہ اسرارہم کے لیے نذر کرے تو جائز ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ عالم دنیا سے عالم برزخ میں انتقال کر جانے کے سبب نقد وجنس اور طعام سے نفع اندوز نہیں ہو سکتے بلکہ صرف ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح پاک کو پہنچاتا ہے۔ تو ان کے احوال بحالتِ حیات اور بعد وفات برابر ہیں"۔

آگے لکھا ہے: "اگر نذر کرے کہ میری حاجت برآئے تو دو سال کی فربہ گائے حضرت "غوث الاعظم کی نیاز کروں گا۔ تو اس کا حکم بھی حکمِ طعام کی طرح ہے۔ اگر نذر بطور حسن ہے تو کوئی خلل نہیں، اور اگر قبیح طور پر ہے تو اس کا فعل حرام ہے اور جانور حلال ہے۔ یہ گیارہ اقوال ہیں حضرت غوثِ اعظم قطبِ اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں کے ایام کی تعداد کے برابر۔ اور تین اقوال امام الطائفہ کے اوپر گزرے اور دو قول شاہ عبدالعزیز صاحب کے عنقریب آرہے ہیں، اور خدا ہی سے توفیق اور راہ راست کی ہدایت ہے۔ (ت)

سخن گفتن باند از تعینِ اوقات که در مردمان رائج ست همچوں سوم وچهلم وسرسال وششماه اقول وبحول الله اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دو گونه است شرعی وعادی، شرعی آنکه شرع مطهر عملے را وقتے تعیین فرموده

است که در غیر او اصلا صورت نه بندد واگر بجائے آرند آن عمل شرعی نه کرده باشند. چوں ایامِ نحر مراضحیه را یا آنکه تقدیم وتاخیرش ازاں وقت ناروا باشد چوں اشهر حرم مرا حرام حج را یا آنکه ثوابیکه در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مرنماز عشا را وعادی آنکه از جانب شرع اطلاق است هر وقتیکه خواهند بجا آرند. اما حدث را از زمان ناگزیر ست ووقوع درزمان غیر معین محال عقلی که وجود وتعین مساوق همدگر است. پس از تعین چاره نیست. این همه تعینات بربناءِ اطلاق علیٰ وجه البدلیه صالح ایقاع بود ازینها یکے را بربناء مصلحتے اختیار کنند بے آن که وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیدا ست که باین تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید وحکمے که مطلق راست درجمیع افرادش ساری باشد ما لم یرد منع عن خصوص خصوصا پس همچو جا سبیل نه آنست که ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکه آنکه تصریح بمنع این خاص از شرع برآند، عبارت معلم ثانی طائفه دربارهٔ دست برداشتن بدعائے تعزیه باه شنیدی واینک معلم اول وامام معول طائفه در رساله بدعت چناں نغمه سرا "طریق ثانی آنکه بمطلق بالنظر الیٰ ذاته حکمے از احکام شرعیه متعلق گردد. پس مطلق بنظر ذات خود درجمیع خصوصیات هما حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسبِ عوارض خارجیه حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) درتحقیق حکم صورت خاصه کسیکه دعوی جریان حکم مطلق درصورت خاصه مبحوث عنها می نماید هما نست متمسک به اصل که

دراثبات دعوئ خود حاجت بدلیلے نه دارد. دلیل اوهمان حکم مطلق ست وبس الخ حضرت والد قدس سرهٔ الماجد این اصل منیف وقاعدهٔ شریف را تحقیقِ بالغ وتنقیح بازغ در اصول الرشاد افاده وارشاد فرموده اند آنجا باید جست.

(ترجمہ) اب وقت معین کرنے سے متعلق گفتگو کرنی ہے جس کا لوگوں میں رواج ہے، جیسے سوم، چہلم، ایک سال، چھ ماہ۔ اقول وبحول اللّٰه اصول (میں کہتا ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی قوت سے حملہ کرتا ہوں) توقیت یعنی کسی کام کے لیے وقت مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ شرعی اور عادی

شرعی یہ کہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کام کے لئے کوئی وقت مقرر فرمادیا ہے کہ اس کے علاوہ وقت میں وُہ ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر کریں تو وہ عمل شرعی ادا نہ ہوگا، جیسے قربانی کے لیے ایامِ نحر۔

یا یہ کہ اس وقت سے اس عمل کو مقدم یا مؤخر کرنا جائز ہو، جیسے احرامِ حج کے لیے حرمت والے مہینے (شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ)

یا یہ کہ اس وقت میں جو ثواب ہو وہ دوسرے وقت میں نہ ملے، جیسے نمازِ عشاء کے لیے تہائی رات۔

عادی یہ کہ شریعت کی جانب سے کوئی قید نہیں جب چاہیں عمل میں لائیں۔ لیکن حدث (کام ہونے) کے لیے زمانہ ضروری ہے، اور زمانۂ غیر معین میں وقوع محال عقلی ہے، اس لیے کہ وجود اور تعین ایک دوسرے کے مساوق (ساتھ ساتھ) ہیں، تو تعین سے چارہ نہیں۔

یہ سبھی تعینات (اوقاتِ معینہ) اطلاق کی بناء پر بطور بدلیت وہ عمل واقع کیے جانے کے قابل تھے، مگر ان ہی میں سے کسی کو کسی مصلحت کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ وقتِ معین کو صحت کی بنیاد یا حلت کا مدار یا ثواب دیے جانے کا

مناط جانیں۔ ظاہر ہے کہ اس تقیید کی وجہ سے مقید، مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہ ہوگا، اور مطلق کا جو حکم ہے وہ اس کے تمام افراد میں جاری ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص سے متعلق خاص طور پر ممانعت وارد نہ ہو تو ایسے مقام میں راہ یہ نہیں کہ جائز کہنے والے سے خصوصیت کا ثبوت مانگیں بلکہ راہ یہ ہوگی کہ اس فرد خاص سے متعلق ممانعت کی صراحت شریعت سے نکالیں۔

اس طائفہ کے معلم ثانی کی عبارت دعائے تعزیت میں ہاتھ اٹھانے سے متعلق اوپر گزری، اور یہ طائفہ کے معلم اول معتمد "رسالۂ بدعت" میں یوں نغمہ سرا ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ کہ خود ذات مطلق کی جانب نظر کرتے ہوئے اس سے کوئی حکم شرعی متعلق ہو، تو مطلق اپنی ذات کے لحاظ سے تمام خصوصیات میں اسی حکم کا مقتضی ہوگا، گو بعض افراد میں خارجی عوارض کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہوجائے (آگے لکھا) صورتِ خاص کے حکم کی تحقیق میں جو شخص زیرِ بحث خاص صورت کے اندر بھی مطلق کا حکم جاری ہونے کا دعوٰی رکھتا ہے وہی اصل سے تمسک کرنے والا ہے، جیسے اپنا دعوٰی ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس الخ حضرت والد قدس سرہٗ الماجد نے اس اصل اور قاعدے کی کامل اور روشن تحقیق وتنقیح اصول الرشاد میں افادہ فرمائی ہے وہاں سے اسے طلب کرنا چاہیے۔ (ت)

من باول سخن باز گردم فاقول باز اگر درین وقت معین مرجحے حامل بر اختیارش فی نفسه موجود ست فبها ورنه هنگام تساوی ارادهٔ مختار ترجیح رابسند ست چناکه درد وجام تشنه ودو راه راهے مشاهده کنی. علی الاول مصلحت عیان ست وعلی الثانی کم نه ازاں که این تعیین باعثِ تذکیر وتنبیه ومانع تسویف وتفویت باشد هر عاقل از وجدان خود یابد که چون

کارے را وقتے معین بنهند آمدن وقت یادش دهد ورنه بسا باشد
که از دست رود. از همیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین
وشاغلین وعابدین مر ذکر وشغل عبادت را یکے پیش از نماز صبح
صدبار کلمه طیبه برخود گرفته است. دیگرے پس از نمازِ
عشاصد بار درود واگر این توقیت را از اقسام ثلثه توقیت شرعی
نه دانند زنهار از شرع معاتب نشوند جانِ برادر اگر بقول الجمیل
شاه ولی اللّٰه وصراط مستقیم امام الطائفه وغیرهما کتب ایں فن
که اکابر وعمائدِ طائفه تصنیف کرده اند رجوع آرے چیزها ازین
تعینات ملتزمه یابی که زنهار از تاقیت شرعی نشانے نه دارد.
هیهات خود از تعیین ایام واوقات چه گوئی آنجا تو دهاست از
اعمال واشغال وطرق وهیات محدثه ومخترعه که در قرون سالفه
از انها اثرے وخبرے پیدا نبود وایناں را باحداث وابتداع آنها خود
اعتراف است. شاه ولی اللّٰه در قول الجمیل گویند: "صحبتنا
وتعلمنا آداب الطریقة متصله الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه
وسلم وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلک الاشغال[۲۲]".

(ترجمہ) میں پھر پہلی گفتگو کی طرف پلٹتا ہوں۔ اقول پھر اگر اس وقت معین کی
ذات میں خود کوئی ترجیح دینے والی چیز موجود ہے جو اسے اختیار کرنے کی باعث ہے
تو ٹھیک ہے۔ ورنہ جب تمام اوقات یکساں اور برابر ہوں تو صاحب اختیار کا ارادہ
ترجیح دینے کے لئے کافی ہے، جیسے دو جام یکساں ہیں اور پیاسا اپنے ارادے سے
کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح دو راہیں یکساں ہیں اور چلنے والا
کسی ایک کو اختیار کر لیتا ہے۔ پہلی صورت میں تو مصلحت خود عیاں ہے۔ اور دوسری
صورت میں کم از کم اتنا ضروری ہے کہ اس کو معین کر لینے سے یاد دہانی اور آگاہی

ہوگی اور یہ ٹالنے اور فوت کر ڈالنے سے مانع ہوگی ہر عقل والے کا وجدان خود گواہ
ہے کہ جب کسی کام کے لیے کوئی وقت متعین رکھتے ہیں تو جب وقت آتا ہے وہ کام
یاد آجاتا ہے ورنہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فوت ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ذاکرین،
شاغلین، عابدین اپنے ذکر وشغل اور عبادت کے لیے اوقات متعین کر لیتے ہیں۔
کسی نے نماز صبح سے پہلے سوبار کلمہ طیبہ پڑھنا اپنے ذمہ کر لیا ہے، کسی نے نماز عشاء
کے بعد سو بار درود پڑھنا مقرر کر لیا ہے۔ اگر اس تعیین وتوقیت کو توقیتِ شرعی کی
تینوں قسموں سے نہ جانیں تو شریعت کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی عتاب نہیں۔
جانِ برادر! اگر شاہ ولی اللہ کی القول الجمیل، امام الطائفہ کی صراط مستقیم اور ان کے
علاوہ اس طائفہ کے اکابر وعمائد کی تصنیف کردہ اس فن کی کتابیں دیکھو تو ان میں از
خود لازم کیے ہوئے تعینات سے بہت سی چیزیں پاؤ گے جن میں شریعت کی جانب
سے تعیین وتوقیت کا کوئی نام ونشان بھی نہیں ہے۔ دور کیوں جائیے اور تعیین ایام
واوقات کی بات کیوں کیجئے، وہاں تو دسیوں اعمال واشغال اور ہیآت وطرق
ایجادی اور اختراعی ایسے موجود ہیں جن کا قرونِ سابقہ میں نہ کوئی نام ونشان تھا، نہ
ذکر وخبر۔ ان حضرات کو ان کی ایجاد اور ابتداع کا خود اقرار ہے۔

شاہ ولی اللہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں۔ "ہماری صحبت اور ہماری تعلیم آدابِ
طریقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ ان آداب اور ان
اشغال کی تعیین حضور سے ثابت نہیں"۔ (ت)

مولوی خرمعلی در ترجمه این عبارت گفت. مولوی خرمعلی شاہ
صاحب کی مذکورہ بالا عربی عبارت کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں: (ت)

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم تک، اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں[۲۳]" اھ ملخصاً۔

ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید. یہی صاحب القول

الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل میں لکھتے ہیں۔ (ت)

''حضرت مصنف محقق نے کلامِ دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہاتِ ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے[24] الخ

همدران از شاه عبد العزیز صاحب آرد. اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتے ہیں۔ (ت)

''مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے''[25] الخ

باز خود می گوید۔ پھر خود لکھا ہے۔ (ت)

''یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں''[26]

امام الطائفه در صراطِ مستقیم سراید. "محققان از اکابر مر طریق درتجدید اشغال کو ششها کرده اند بناءً علیه مصلحت دید ووقت چناں اقتضا کرد که یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیده که مناسب ایں وقت است تعین کرده وتجدید اشغال نموده شود[27]". اه ملخصاً

(ترجمہ) امام الطائفہ نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے۔ محققین اکابر نے تجدیدِ اشغال کے طریقے میں بڑی کوششیں کی ہیں۔ اسی بنا پر مصلحت اور وقت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کتاب کا ایک باب اس وقت کے مناسب اشغالِ جدیدہ کے بیان کے لئے معین کیا جائے اور اشغال کی تجدید عمل میں لائی جائے''۔ اھ ملخصاً

ودر حال پیر خود گوید: "درتلقین وتعلیم طریقه چشتیه بازوئے همت کشادند وتجدید اشغالے که ایں کتاب مستطاب براں محتوی گردیده فرمودن".[28]

(ترجمہ) اپنے پیر کے حال میں لکھا ہے۔ ''طریقۂ چشتیہ کی تلقین وتعلیم میں بازوئے ہمت کشادہ کیا، اور ان اشغال کی تجدید فرمائی جن پر یہ کتاب مستطاب مشتمل ہے''۔

سبحان الله! اینان که براصل شما صراحةً احداث فی الدین کردند وقطعاً چیزها برآوردند که قرون سابقه از انها خبرے نه داشتند، ضال ومبتدع نباشند بلکه همچناں امام ومقتدا وعرفا وعلماء مانند دیگران برهمیں قدر جرم که چند امور محموده ثابة فی الشرع را جمع نمودند وفعل آنهارا از جمله اوقات جائز فی الشرع وقتے معین گرفتند، معاذ الله گمراه وبدعتی شوند. لله انصاف ایں تحکم بیجا را چه گفته آید، مگر شریعت کارے خانگی شما ست که هر چوں که خواهید پهلو گردانید. هان وهان اے طالب حق اینان را درطغیان وعدوان اینان بگذار، وروئے بآثار واحادیث آر تا چیزے از تعینات عادیه بر تو خوانیم ازین قبیل ست انچه درحدیث آمد که حضور پرنور سید عالم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم زیارتِ شهدائے احد را سرسال مقرر فرمودند کما سیأتی وآمدن مسجد قبا را روز شنبهٔ[29] کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما وروزه شکر رسالت را روز دوشنبهٔ[30] کما فی صحیح مسلم عن ابی قتاده رضی الله تعالیٰ عنه وبا صدیق اکبر رضی الله تعالیٰ عنه مشاورهٔ دینی صبح وشام[31] کما فی صحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقه رضی الله تعالیٰ عنها وانشائے سفر جهاد را پنجشنبهٔ[32] کما فیه عن کعب بن مالک رضی الله تعالیٰ

عنه وطلبِ علم را دوشنبہ[۳۳] کما عند ابی الشیخ وابن حبان والدیلمی
بسند صالح عن انس ابن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه وعبد اللّٰہ ابن
مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه وعظ وتذکیر را روز پنجشنبہ[۳۴] کما فی
صحیح البخاری عن ابی وائل وعلماء ھدایت درس را روز چھار
شنبہ[۳۵] کما فی تعلیم المتعلم للامام برھان الاسلام الزر نوجی حکایت
کردش از استاد خود امام برھان الدین مرغینانی صاحب ھدایه
وگفت ھکذا کان یفعل ابو حنیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ[۳۶] صاحب
تنزیهه الشریعة فرمود وکذا کان جماعة من اهل العلم[۳۷] این همه ها از
باب توقیت عادی ست حاشا که مراد سید الاسیاد علیه افضل
الصلوٰة من الملک الجواد آن باشد که زیارت جز برمنتهائے سال
زیارت نیست یاروا نباشد یا اجر عظیمے که این روز بربنده نوازی
وامت پروری وتشریف مزارات شهدائے کرام بتراب اقدام برکت
نظام نصیب آن شاه عالم پناه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کنند روز
دیگر نه کنند همچناں مقصود ابن مسعود آن نه بود که وعظ جز
بروز پنجشنبه وعظ نیست یا در غیر او جوازنے یا روز دیگر این
اجر مفقود یا شرع مطهر این تعیین نمود. حاش لله، بلکه همیں
عادتے التزام فرموده تا برهفته بتذکیر مسلماناں پرداز وتعین یوم
طالبانِ خیر را بآسانی جمع وفراهم سازد. هم برین قیاس در امور
باقیه آرے دربعضے از انها مرجحی جداگانه حاصل ست همچو
وقوع بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبه وعظم برکت
دربکور پنجشنبه درجائے اتمام دربدایت چار شنبه که حدیثے ذکر
کنند ما من شئ بدئ یوم الاربعاء الاتم[۳۸] ودر بعض دیگر همیں

ترجیح ارادی ست که مصلحت دروے کم از تذکیر وتیسیر
نیست. هم ازیں باب ست تعینات مردم درسوم وچهلم وشش ماه
سرسال که بعضے از انها مصلحتے خاص دارد وبعض آخر بقصد
آسانی ویاد دهانی معتاد ومعهود گردید ولا مشاحة فی
الاصطلاح.

(ترجمہ) سبحان اللہ! یہ لوگ جو تمہارے قاعدے کے مطابق صراحۃً
''احداث فی الدین'' اور کھلی ہوئی بدعت جاری کرنے کے مرتکب ہیں، اور بلاشبہ
ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جن کی قرونِ سابقہ میں کوئی خبر نہیں، وہ تو گمراہ اور بدعتی نہ
ہوں بلکہ ویسے ہی امام ومقتداء اور عرفاء وعلماء رہیں۔ دوسرے صرف اتنے جرم پر کہ
انہوں نے شریعت میں ثابت چند پسندیدہ امور کو یکجا کردیا، اور ان کو عمل میں لانے
کے لئے شریعت میں جائز اوقات میں سے ایک وقت معین کرلیا، معاذ اللہ گمراہ اور
بدعتی ہوجائیں۔ للہ انصاف! اس بے جا تحکم اور ناروا زبردستی کو کیا کہا جائے، شاید
شریعت تمہارے گھر کا کاروبار ہے کہ جیسے چاہو الٹ پھیر کرتے رہو ہوشیار، ہوشیار
اے طالبانِ حق ان کو، ان کی سرکشی اور زیادتی میں چھوڑ اور آثار واحادیث کی جانب
متوجہ ہوتا کہ ہم کچھ تعیناتِ عادیہ تجھے سنائیں۔ اسی قبیل سے ہے۔ جو حدیث میں آیا
کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی زیارت کے لیے
سرسال کا وقت مقرر فرمالیا تھا۔ جیسا کہ آگے ذکر آرہا ہے۔ اور سنیچر کے دن مسجد قبا
میں تشریف لانا، جیسا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے مروی ہے اور شکرِ رسالت کے لیے شنبہ کا روزہ، جیسا کہ صحیح مسلم میں
حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے دینی مشاورت کے لیے وقتِ صبح وشام کی تعیین، جیسا کہ صحیح بخاری میں ام
المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور سفر جہاد شروع کرنے کے لئے

پنجشنبہ کی تعیین، جیسا کہ اسی صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور طالب علم کے لیے دوشنبہ کی تعیین، جیسا کہ ابوالشیخ، ابن حبان اور دیلمی نے بسند صالح حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و تذکیر کے لئے پنجشنبہ کا دن مقرر کیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابووائل سے مروی ہے اور علماء نے سبق شروع کرنے کے لئے بدھ کا دن رکھا، جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی تعلیم المتعلم میں ہے، انہوں نے اپنے استاد امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے اس کی حکایت فرمائی اور کہا کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔ صاحب تنزیہ الشریعۃ نے فرمایا اور اسی طرح ایک جماعتِ علماء کا دستور رہا ہے۔ یہ سب توقیت عادی کے باب سے ہیں۔ حاشا کہ سید سرداراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ ہو کہ انتہائے سال کے علاوہ کسی دوسرے وقت کی زیارت، زیارت نہیں، یا جائز نہیں، یا اس دن بندہ نوازی، امت پروری اور قدم مبارک کی خاک پاک سے مزاراتِ شہدائے کرام کو شرف بخشنے پر جو اجرِ عظیم اس شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوگا وہ دوسرے دن نہ ملے گا۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود کا مقصود یہ نہ تھا کہ پنج شنبہ کے علاوہ کسی اور دن وعظ نہیں، یا دوسرے دن اس کا جواز نہیں، یا دوسرے دن یہ اجر فوت ہوجائے گا۔ یا شرع مطہر نے یہ تعیین فرمائی تھی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی ایک عادت مقرر کرلی تھی تاکہ ہر ہفتہ میں مسلمانوں کی تذکیر کا کام انجام دیتے رہیں، اور دن متعین ہونے کی وجہ سے طالبانِ خیر آسانی سے جمع ہوجائیں۔ اسی طرح باقی امور کو قیاس کرو۔ ہاں ان میں سے بعض میں کوئی الگ مرجح بھی موجود ہے، جیسے دوشنبہ کے دن بعثت کا وقوع اور علمِ نبوت کا حصول اور پنجشنبہ کو صبح سویرے نکلنے میں عظیم برکت کا وجود اور چہار شنبہ (بدھ) کو شروع کرنے میں تکمیل کی امید کہ یہاں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ ”جو کام بھی چہار

شنبہ کو شروع کیا جائے وہ پورا ہو“۔ اور بعض دیگر میں یہی ترجیح ارادی ہے جس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی کی مصلحت ضرور کارفرما ہے۔ اسی باب سے سوم، چہلم، چھ ماہ اور انتہائے سال کے تعینات جو لوگوں نے جاری کر رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی و یاددہانی کے خیال سے رائج و معمول ہیں۔ اور اصطلاح میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)

اینجا کلام مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دھلوی کہ امام الطائفہ را عم نسب وپدر وجد طریقت بود شنیدن دارد. در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود. وارد ست کہ مردہ درین حالت مانند غریقے ست کہ از انتظار فریاد رسی می برد. وصدقات وادعیہ وفاتحہ درین وقت بسیار بکار او می آید وازین ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند“[۲۹] اھ

(ترجمہ) یہاں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (جو امام الطائفہ کے نسبی چچا، علمی باپ اور طریقت میں دادا تھے) کا کلام سننے کے قابل ہے۔ تفسیر عزیزی میں قولِ باری عزوجل ”والقمر اذا اتسق“ کے تحت فرماتے ہیں۔ ”وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرسی کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ، موت سے ایک سال تک، خصوصاً چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں“۔ اھ (ت)

ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران وپدران خود شان باھتمام تمام بجا می آوردند وپیش ایشان برقبور درویشان اجتماع مردم وفاتحہ خوانی وتقسیم طعام وشیرینی

تجویز وتقریر ایشان می شد چنانکه در عامه اهل سجاده جاری وساری است. مفتی عبد الحکیم پنجابی بریں افعال شاهیه بهمان شبهات واهیه که حضرات منکرین بکار می برند بر شاه صاحب زبانِ مطاعن ومثالب کشود ورقم نمود "کسانیکه اقوال اینها مطابق افعال شان نیستندی، عرس بزرگان خود برخود مثل فرض دانسته سال بسال برمقبره اجتماع کرده طعام وشیرینی درانجا تقسیم نموده مقابر را وثنا یعبد می کنند[30]. اه ملخصا.

(ترجمہ) زیادہ پرلطف بات یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیروں اور باپ دادا کا عرس پورے اہتمام سے کرتے تھے اوران کے سامنے ان کی اجازت سے، اوران کے برقرار رکھنے سے درویشوں کی قبروں پر آدمیوں کا اجتماع، فاتحہ خوانی اور طعام وشیرینی کی تقسیم ہوتی تھی، جیسا کہ ابھی اہل سجادہ میں جاری وساری ہے۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی نے ان ہی بے وزن شبہات کے تحت جو حضرات منکرین پیش کرتے ہیں، شاہ صاحب کے ان افعال کے باعث شاہ صاحب زبانِ لعن طعن دراز کی اور لکھا کہ "وہ لوگ جن کے اقوال ان کے افعال کے مطابق نہیں، اپنے بزرگوں کا عرس اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال مقبرے پر اجتماع کرکے وہاں طعام وشیرینی تقسیم کرکے ان مقبروں کو "بتِ معبود" بناتے ہیں"۔ اھ ملخصاً (ت)

شاه صاحب در رساله ذبیحه مطبوعه مجموعه زبدة النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قوله "عرس بزرگان خود آه این طعن مبنی ست بر جهل باحوال مطعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره را هیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشان باهدائے ثواب وتلاوت قرآن و دعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء

وتعین روز عرس برائے آن ست که آن روز مذکر انتقال ایشان می باشد، از دارالعمل بدار الثواب والا هر روز که ایں عمل واقع شود موجبِ فلاح ونجات ست وخلف را لازم ست که سلف خود را بایں نوع برو احسان نماید[31] باز تعین سرسال والتزامش را سند از احادیث آوردند که ابن المنذر وابن مردویه از انس بن مالک رضی اللّٰه تعالیٰ عنه روایت کردند ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال سلام علیکم یا صبرتم فنعم عقبی الدار[32] یعنی حضور سید عالم صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم هر سال باحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بردرۂ کوه می رسید بر گور شهیدان سلام می کرد ومی فرمود سلام بادبشما به شکیبائی شما. پس چه نیکو ست سرائے آخرت، وامام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن براهیم روایت نمود وقال کان النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یأتی قبور الشهداء علی راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار. وابو بکر وعمر وعثمان[33] یعنی سرور عالم صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم سرهر سال برخاکِ شهدا قدم رنجه می فرمود ومی گفت سلام علیکم الآیة. بعدهٗ حضرت صدیق فاروق وذی النورین نیز همچناں می کردند رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم. ودرتفسیر کبیر ست عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم انه کان یأتی قبور الشهداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار. والخلفا الاربعة هکذا کانوا یفعلون[34] یعنی حضور اقدس صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم هر سال

بمزار شهدا می شد وآیه مذکوره می خواند وهمچنان حضرات خلفاء اربعه می کردند رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔[۳۵]

(ترجمہ) شاہ صاحب ''رسالہ ذبیحہ'' میں جو مجموعہ زبدۃ النصائح میں چھپا ہے اس طعن کے جواب میں فرماتے ہیں ''قولہ عرس بزرگان خود الخ۔ یہ طعن مطعون علیہ کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے اس لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام کو کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت اور ان سے تحصیلِ برکت اور ایصالِ ثواب، تلاوتِ قرآن، دعائے خیر اور تقسیمِ شیرینی وطعام سے ان کی امداد باجماعِ علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے۔ اور روزِ عرس کا تعین اس لیے ہے کہ وہ دن دار العمل سے دار الثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاددہانی کرنے والا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح ونجات کا سبب ہے۔ اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اس طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے۔ پھر سال کے تعین اور اس کے التزام کے سلسلے میں احادیث سے سند ذکر فرمائی کہ ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لاتے، جب درہ کوہ پر پہنچتے تو شہیدوں کی قبر پر سلام کرتے اور فرماتے۔ تمہیں سلام ہو تمہارے صبر پر کہ دارِ آخرت کیا ہی عمدہ گھر ہے، اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی خاک پر قدمِ رنجہ فرماتے اور کہتے تم پر سلام ہو۔ آخر تک۔ حضور کے بعد حضرت صدیق وفاروق اور ذی النورین بھی ایسا ہی کرتے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور تفسیر کبیر میں ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہداء کے مزار پر تشریف لے جاتے اور آیۂ مذکورہ پڑھتے، اور اسی طرح حضرات خلفائے اربعہ بھی کرتے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (ت)

بالجمله حق آنست که شخصیات مذکوره همه تعینات عادیه است که زنهار جائے طعن ملامت نیست. این قدر احرام وبدعت شنیعه گفتن جهلے ست صریح وخطائے قبیح، شاه رفیع الدین مرحوم دهلوی برادر مولانا شاه عبد العزیز صاحب در فتویٰ خودش چه خوش سخن انصاف گفته عبارتش چناں آورده اند.

(ترجمہ) الحاصل حق یہ ہے کہ مذکورہ تخصیصات سبھی تعیناتِ عادیہ سے ہیں جو ہرگز کسی طعن اور ملامت کے قابل نہیں۔ اتنی بات کو حرام اور بدعت شنیعہ کہنا کھلی ہوئی جہالت اور قبیح خطا ہے۔

سوال: تخصیص ماکولات درفاتحه بزرگان مثل کهچڑا درفاتحه امام حسین رضی الله تعالیٰ عنه وتوشه درفاتحه عبد الحق رحمة الله علیه وغیر ذلک وهمچناں تخصیص خورندگان چه حکم دارد؟

جواب: فاتحه وطعام بلا شبهه از مستحسنات ست وتخصیص که فعل مخصص است باختیار اوست که باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف وعادت اند که بمصالح خاصه ومناسبت خفیه ابتداءً بظهوره آمده ورفته رفته شیوع یافته الخ[۳۶]

سوال: بزرگوں کی فاتحہ میں کھانوں کو خاص کرنا، مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا، شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ میں توشہ وغیرہ ذلک، یوں ہی کھانے والوں کو خاص کرنا، ان سب کا کیا حکم ہے؟

جواب: فاتحہ اور طعام بلاشبہہ مستحسن ہیں، اور تخصیص جو مخصص (خاص کرنے والے) کا فعل ہے وہ اس کے اختیار میں ہے، ممانعت کا سبب نہیں ہوسکتا۔ یہ خاص

کر لینے کی مثالیں، سب عرف اور عادت کی قسم سے ہیں جو ابتداء میں خاص
مصلحتوں اور خفی مناسبتوں کی وجہ سے رونما ہوئیں پھر رفتہ رفتہ عام ہو گئیں"۔ الخ

ثم اقول بلکه اگر اینجا خود هیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدمِ مصلحت وجود مفسدت نیست که موجب انکار این کار شود ورنه مباح کجا رود. امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیه رضی الله تعالیٰ عنها راوی ست حضور پُر نور صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فرمود صیام السبت لا لک ولا علیک[۳۷] روزهائے روز شنبه نه مرتراست نه برتو علماء در سرش فرمایند لالک فیه مزید ثواب ولا علیک فیه ملام ولا عتاب[۳۸] نه تراد روے افزونی ثوابے نه بر تو در وے ملامتے وعتابے. روشن شد که تخصیص بے مخصص اگر نافع نیاید مضرهم نباشد، وهو المراد. آرے هر عامی که ایں تعین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد که ایصالِ ثواب در غیر این ایام صورت نه بندد یا روانه باشد یا ثواب این ایام از ایام دیگر اتم ست وافر بلا شبهه غلط کاروجاهل ودرین خاطی و مبطل ست، اما این قدر گمان معاذ الله دراصل ایمان خلل نیارد نه موجب عذابِ قطعی ووعید حتمی گردد. چنانکه امام الطائفه درتقویة الایمان اعتقاد دارد واین جهالتِ فاحشه او از جهل آن عامی بدرجها بترست آن از جهلے وجزافے بیش نیست. واین ضلال بعید واعتزال شدید است ولا حول ولاقوة الابا لله العزیز الحمید اینجانیز حصهٔ امام الطائفه درسفا هست وسخافت وحمق وجزافت پیدا ست یقال لهم لیس من یعلم کمن لا یعلم همچنان انچه عوام جهله درباب ایصال ثواب امور مستنکره احداث کرده

اند مثلاً ریاء وسمعه وتفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکه درسوم جماعتے یکجا نشسته هر همه قرآن بجهر خوانند وفریضه استماع از دست دهند ایں همه ممنوع ومحظور ومکروه ومخدور ست علماء را باید که بر مفاسد زوائد سرزنش کنند نه آن که باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار رازنند. چنانکه بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل که تنها گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیره محظورات عدیده خو کرده اند. ایں معنی مستلزم نهی از نماز نباشد بلکه ازیں خصائل شنیعه تحذیر وترهیب می باید کرد، وبرادائے نماز تحریص وترغیب این ست. سخن مجمل وقولِ فیصل که خواص آنسود بعض عوام این سوهر دو را گران آید اماچه توان کرد که حق این است واز حق نشاید گزشت والله الهادی الیٰ سبیل الرشاد والصلوٰة والسلام علی المولی الجواد محمد وآلهٖ وصحبه الا مجاد. والله تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجدهٗ اتم.

(ترجمہ) ثم اقول بلکہ اگر یہاں خود کوئی دینی مصلحت نہ ہو (تو بھی حرام نہیں ہوسکتا) کیونکہ مصلحت نہ ہونے کا معنی یہ نہیں کہ مفسدہ موجود ہے کہ باعثِ انکار ہوجائے ورنہ مباح کہاں جائے گا؟ امام احمد مسند میں بسندِ حسن ایک صحابیہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنیچر کے روزے نہ تیرے لیے نہ تیرے اوپر۔ علماء نے اس کی شرح میں فرمایا: نہ تیرے لیے اس میں کسی ثواب کی زیادتی ہے نہ اس میں تجھ پر کوئی عتاب اور ملامت ہے۔ واضح ہوا کہ بے وجہِ تخصیص کے خاص کر لینا اگر مفید نہ ہو تو مضر بھی نہ ہوگا۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ ہاں جو عامی شخص اس تعیینِ عادی کو توقیتِ شرعی جانے اور

گمان کرے کہ ان کے علاوہ دنوں میں ایصالِ ثواب ہوگا ہی نہیں، یا جائز نہیں، یا ان ایام میں ثواب دیگر ایام سے زیادہ کامل ووافر ہے، تو بلاشبہ وہ شخص غلط کار اور جاہل ہے اور اس گمان میں خطاکار اور صاحبِ باطل ہے۔ لیکن اتنا گمان اصل ایمان میں خلل نہیں لاتا، نہ ہی کسی قطعی عذاب اور حتمی وعید کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ امام الطائفہ کا اپنی تقویۃ الایمان میں یہ اعتقاد ہے، اور اس کی یہ جہالتِ فاحشہ اس عامی کی جہالت سے بدرجہا بدتر ہے۔ وہ ایک نادانی اور اٹکل سے زیادہ نہیں، اور یہ بڑی گمراہی اور شدید اعتزال ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید۔ یہاں بھی سفاہت، سخافت، حماقت اور جزافت میں امام الطائفہ کا حصہ نمایاں ہے۔ ان سے کہا جائے گا جاننے والا، انجان کی طرح نہیں۔ اسی طرح جاہل عوام نے ایصالِ ثواب کے باب میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کرلیے ہیں۔ جیسے نمائش، ناموری، مفاخرت، مالداروں کو جمع کرنا، محتاجوں کو منع کرنا، اور یہ کہ سوم میں ایک جماعت اکٹھا بیٹھتی ہے اور سب کے سب بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور سننے کا فرض ترک کرتے ہیں، یہ سب ممنوع وناروا، مکروہ اور برا ہے۔ علماء کو چاہئے کہ ان زائد مفاسد پر سرزنش کریں نہ یہ کہ پوری بے لگامی اور زبان درازی سے اصل عمل ہی کو ختم کرڈالیں، جیسے بہت سے عوام نماز خصوصا نوافل میں جنہیں تنہا ادا کرتے ہیں تعدیلِ ارکان وغیرہ کی عدم رعایت جیسے متعدد ممنوعات کے عادی ہیں، یہ حالت اس کو مستلزم نہیں کہ انہیں نماز ہی سے روک دیا جائے، بلکہ ان بری عادات سے بچانا اور ڈرانا چاہئے اور نماز ادا کرنے کی تشویق وترغیب ہونی چاہئے۔ یہ ہے اجمالی کلام اور قولِ فیصل، جو اس طرف کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں پر گراں گزرے گا، مگر کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے تجاوز نہیں ہوسکتا۔ اور خدا ہی راہِ ہدایت کی جانب ہادی ہے۔ فیاض آقا حضرت محمد، اور ان کی بزرگ آل واصحاب پر درود وسلام ہو اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے، اور اس ذات

بزرگ کا علم سب سے کامل ہے۔ (ت)

(مسئلہ ۱۸۴)

از بغداد شریف، آرمرڈ کارٹینک کور مسئولہ علی رضا خاں فٹر مستری ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانا شرع سے جائز ہے یا نہیں؟ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی؟ بینوا توجروا

الجواب:

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے۔

الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ماله جعل ثوابها لغیره وان نواها عند الفعل لنفسه لظاهر الادلة [9]

اصل یہ ہے کہ جو کوئی عبادت کرے اسے اختیار ہے کہ اس کا ثواب دوسرے کے لئے کردے اگرچہ ادائے عبادت کے وقت خود اپنے لیے کرنے کی نیت رہی ہو، ظاہر دلائل سے یہی ثابت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے۔

کانت صلٰوۃ وصوما او صدقة او قرأۃ [10]

خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأت (ت)

اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافرخانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعلِ ثواب سمجھتے ہیں، کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے، یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ ورسول نے منع

نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون. متاع قلیل ولھم عذاب الیم[1] واللہ تعالیٰ اعلم

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۱۸۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہوکر قرآن مجید وکلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے، اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے، تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے۔

صوم یوم السبت لا لک ولا علیک۔[2] (سنیچر کے روزہ میں نہ تیرے لیے کوئی مزید فائدہ، نہ کوئی نقصان (ت)

اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے، غنی لوگ اس میں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کے سے تکلفات کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم، تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں، نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی

برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۱۸۶)

ازکرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ، مرسلہ حبیب اللہ ۹ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی الحمد اور قل ھو اللہ پڑھنا منع ہے، اور پڑھنے سے طعام حرام ہوجاتا ہے۔ لہٰذا امیدوار ہوں کہ کلامِ الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہوگیا، اور کلامِ الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہوجائے؟

الجواب:

فاتحہ بیشک جائز ہے، وہ مسلمان میت کو نفع پہنچنا ہے، اور فرض کے بعد کوئی چیز مولیٰ تعالیٰ کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔

حدیث میں ہے۔

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه[1] (جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے۔

احب الاعمال الی المولیٰ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المسلم[2]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ مسلمان کا دل خوش کرے (ت)

جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے وہ کذاب ہیں، شرع مطہر پر افتراء کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ان پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

داغ تھا، گو میت کو غسل دے دیا تھا مگر وقتِ دفن بھی خون کا داغ نظر آیا، اس کی نسبت کا کیا حکم ہے؟

(۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں، ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں، اور کسی روز خواب میں بنگلے یا غیچے میں بیٹھے ہوئے خوش وخرم دیکھنا اور مجھے صبر کے لیے کہنا اور مجھ سے اپنا حال ظاہر کرنا، یہ معاملہ کیا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ٹلتا۔

الجواب:

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبرِ جمیل دے۔ لاحول شریف ۶۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کر کے پی لیا کیجیے۔ مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جس میں نہ محتاج پر احسان رکھا جائے نہ اس کو تکلیف دی جائے۔ پرندوں کے لیے پانی رکھنا، دانہ ڈالنا حتی کہ کتے کو روٹی دینا، مسکین کو کپڑا دینا، میلاد شریف پڑھوانا، یہ سب اجر وثواب کی باتیں ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے ہدیہ سے۔ ملائکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق میں رکھ کر میت کے پاس لے جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے! یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔

قرآن مجید کے پارے پڑھنے کے لیے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے جب تک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچے گا، اور کیسا ثواب پہنچے گا، ہر حرف پر دس نیکیاں، اور صحیح حدیث میں فرمایا۔

”میں نہیں فرماتا الم ایک حرف ہے بلکہ الف الگ حرف ہے، لام الگ حرف ہے، میم الگ حرف ہے“[4]

میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میت کا دل بہلتا ہے اگر کی بتی جلانا اگر تلاوتِ قرآن کے وقت تعظیمِ

قرآن کے لیے ہو یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں ان کی ترویح کے لیے ہو تو مستحسن ہے، ورنہ فضول اور تضییعِ مال، میت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبرِ مسلم پر جو زیارت کے لیے جاتا ہے میت اسے دیکھتا ہے اور اس کی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اس سے جمعہ مل سکے۔ حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا۔ **المرأة تموت بجمع شهيدة**[5] (عورت جو حمل کی وجہ سے مرے شہید ہے۔ ت) خواب بہت اچھا ہے ان شاء اللہ ان کے لیے دلیلِ مغفرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۱۹۶ تا ۱۹۸)

از چمن سرائے سنبھل، مرسلہ احمد خان صاحب، ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ۔

(۱) عشرہ محرم الحرام میں کھانے یا شیرینی یا مالیدہ یا شربت جس قدر میسر ہو روبرو رکھ کر ہاتھ اٹھا کر الحمد شریف، قل ھو اللہ شریف، درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذرِ اللہ ونذرِ رسول، میں اس کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اس کا ثواب بروحِ پاک جناب امامین وجمیع شہدائے دشتِ کربلا پہنچانا بخشتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کھانا یا جو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حق محتاجین ہے یا غنی بھی کھا سکتے ہیں؟ اور شریعت میں شرائط اور صفاتِ محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر ونیاز بزرگانِ دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین عالی مقام کا نعوذ باللہ مثل پیشاب ہے، ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یا نہیں؟

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم، ششماہی، برسی جائز ہے یا نہیں؟ اور روحیں ان ایام

میں آتی ہیں یا نہیں؟ اور اپنے عزیزوں کا ان کو علم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور کھانا ان کی فاتحہ کا کس کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچوں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے؟ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروحِ اموات، تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فوراً اس میت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا؟ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ نہ دے تو نیت پر ثواب پہنچا یا نہیں؟ اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائطِ محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے اور کہاں صرف کرے؟ اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی یا نہیں؟ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یا نہیں؟

(۳) قبرِ اہل اللہ پر شامیانہ چڑھانا یا شیرینی نزد قبر رکھ کر ایصالِ ثواب کرنا یا چراغ نزد قبر جلانا یا عرس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؟

الجواب:

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرات شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعث اجر و برکات ہے اور عشرۂ محرم شریف اس کے لیے زیادہ مناسب، اور جب کہ وہ منت مانی ہوئی نہ ہو تو اغنیاء کو بھی اس کا کھانا جائز ہے۔ وقتِ فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں مگر اسے ضروری جاننا یا سمجھنا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم ملے گا، غلط و باطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصالِ ثواب کا وقت جس میں دعا کی جاتی ہے کہ الٰہی! یہ ثواب فلاں کو پہنچا۔ اس وقت ہاتھ اٹھانا چاہیے کہ یہ دعا کی سنت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے ہاتھ اٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورۂ فاتحہ شریف خود دعا ہے، یوں ہی درود شریف۔ حدیث میں فرمایا۔ **افضل الدعاء الحمد للہ**[۵۱] (سب سے افضل دعا الحمدللہ ہے۔ت) اور قل ہو اللہ شرف ذکر حمد الٰہی ہے، اور علماء فرماتے ہیں۔ کل دعا ذکر اور کل ذکر دعا، تو وہ بھی دعا ہے۔ اس نیت سے ان کے پڑھتے وقت ابتداء ہی سے ہاتھ اٹھائے تو ضرور بجا

ہے اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے۔ بخشا بڑے سے چھوٹے کے لیے ہوتا ہے، اور ایصالِ ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اسے نذر کیا جائے، ہاں نذرِ رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین میں حال سید عبدالرحمٰن ادریسی قدس سرہٗ میں فرماتے ہیں۔

از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے می آورند[۵۲] مسلمان علاقوں سے ان کے لئے نذریں پیش کی جاتی ہیں (ت)

جو مالکِ نصاب نہ ہو شرعاً اسے محتاج کہتے ہیں۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربتِ نیاز کی نسبت وہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہوگا مگر وہابی۔ اور وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ۔

(۲) تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جب کہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے، اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حدیث میں ہے۔

ما اطعمت ولدک فھو لک صدقۃ وما اطعمت خادمک فھو لک صدقۃ وما اطعمت نفسک فھو لک صدقۃ[۵۳]

جو کچھ تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے، اور جو کچھ تو اپنے نفس کو کھلائے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔ (ت)

ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی! جو ثواب تو نے مجھ کو عطا فرمایا وہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا دے غنی ہو یا فقیر ہو۔ اگر صرف فاتحہ دے گا تو اسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اسی کا، اور دونوں تو دونوں کا۔ اور ثواب پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اس کی دعا بھی ہو۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائطِ محتاجِ شریعت ثابت ہوں) خلاف واقع ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کے لیے حکم بھی دیا اور صحابہ نے ایصالِ ثواب کیا، اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جب کہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔ حدیث میں ہے۔ **اصوم یوم السبت لا لک ولا علیک**[۵۴] (شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے زیادہ نافع نہ کچھ مضر۔ت)

(۳) مزارِ اولیاء پر نفع رسانی زائرین حاضرین کے لیے شامیانہ کھڑا کرنا، یونہی ان کے نفع کو چراغ جلانا، اور عرس کہ منہیاتِ شرعیہ سے خالی ہو، اور شیرینی پر ایصالِ ثواب، یہ سب جائز ہیں۔ اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں، نہ اس میں جرم جب کہ لازم نہ جانے۔ چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۱۹۹)

از شہر علی گڑھ، محلہ مداردروازہ، مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی، ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلائیں یا کپڑا خیرات کریں تو اس کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ کس صورت میں مردہ کو پہنچتا ہے؟ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے فلاں شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں؟ معلوم ہوتا ہے اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے؟ فقط

الجواب:

مسلمان میت کو جو ثواب پہنچایا جائے اسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں تحفہ بھیجنے سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں۔ **بینہا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور** (ان کو امامِ جلیل جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں بیان فرمایا ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۲۰۰)

از شہر علی گڑھ، محلہ مداردروازہ، مسئولہ احمد سوداگر پارچہ بنارسی، ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰسٓ شریف اور ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہوسکتا ہے پڑھ کر بخشتا ہے اور دعا اس کے واسطے مغفرت کے کرتا ہے وہ اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور یہ دعا اور اس کا پڑھنا اس کی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دعا تحریر فرمائیے تاکہ اس کے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط

الجواب:

ثواب پہنچتا ہے اور مغفرت باختیارِ خدا ہے۔ قل ھو اللہ شریف گیارہ بار کردے اور سورۂ ملک شامل کرے کہ وہ بالخصوص عذابِ قبر سے بچانے کو اکسیرِ اعظم ہے۔ اس کا نام واقعہ مانعہ منجیہ ہے، حفاظت کرنے والی، عذاب دفع کرنے والی، نجات دینے والی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۲۰۱)

از شفاخانہ فرید پور، ڈاکخانہ خاص، اسٹیشن پتمبر پور ضلع بریلی، مسئولہ عظیم اللہ کمپاؤنڈر، ۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید کو گیارہویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہئے؟ آیا اس کو دل میں

یہ نیت یا خیال کرنا چاہئے یا سمجھنا چاہئے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہوں، اور جو کچھ ثواب مجھ کو ملے وہ ثواب گیارہویں والے میاں صاحب کو پہنچے، یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارہویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے یا مجھ کو اس کا بدلہ دیں گے۔ اس طریقہ سے جائز ہے یا نا جائز؟

(۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے، کھانے کے اوپر سے دعا کریں گے جائز ہے یا نہیں؟ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا کھا چکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا نا جائز؟

(۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ بتاسے لایا کہ ایک پر اللہ رسول کے نام کی فاتحہ دے دو، دوسری جگہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری جگہ محلہ میاں صاحب کی بعد فاتحہ کے ان بتاسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہئے اور کیا نیت ہونا چاہئے؟

الجواب:

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے، بلکہ قطعاً ثواب ہی مراد اور ان کی رضا جوئی اور ان سے حسنِ جزا اور نیک دعا کی طلب، ان میں سے کوئی بات شرعاً ممنوع نہیں۔

(۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے، قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی۔ اور قبل دینے میں ایصالِ ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیلِ خیر خیر ہے۔

(۳) فاتحہ بمعنی ایصالِ ثواب ہے، اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بے معنی ہے، وہ ثواب سے پاک ومنزہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے بتاسوں کو

کیوں نا جائز کر دیا۔

(۴) نیت ایصالِ ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو۔ اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی! یہ شربت ترویحِ روحِ پاک حضرت امام کے لیے کیا ہے۔ اس کا ثواب انہیں پہنچا اور ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل، پھر مسلمانوں کو پلائیں اور من واذی سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۲۰۵)

از سہوان ضلع بدایوں، مسئولہ سید پرورش علی صاحب، یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورہ اخلاص وفاتحہ ومعوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ یا اللہ! ان آیات کا ثواب روحِ مقدس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ، تابعین اور اولیائے امت اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہنچے یا پہنچا دے۔ اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

الجواب:

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد وعورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں، ان سب کی روح کو پہنچا دے، اسے تمام مومنین ومومنات اولین وآخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مسئلہ ۱۰۶)

از کانپور، مسجد رنگیاں، مرسلہ: مولوی عبد الرحمٰن حبشانی طالب علم مدرسہ فیضِ عام، ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

ما جوابکم ایها العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ (اے علماء کرام رحمکم اللہ تعالیٰ! تمہارا کیا جواب ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ مردہ کا نام لے کر فاتحہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ھان! وقد حققناہ فی البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ فی المسلک المتقسط للملا علی القاری وعنہ نقل فی رد المحتار یقرأ ما تیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعاً او ثلثاً ثم یقول اللّٰھم اوصل ثواب ما قرأناہ الیٰ فلان او الیھم[۵۵] اھ ملخصاً وفی الشامیۃ ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ او صوما او صدقۃ اوغیرھا کذا فی الھدایۃ[۵۶] الخ واللہ تعالیٰ اعلم.

(ترجمہ) اور ہم نے اس کی تحقیق البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں کی ہے۔ ملا علی قاری کی المسلک المتقسط میں ہے اور اس کے حوالے سے ردالمحتار میں بھی نقل ہے کہ سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص سات بار یا تین بار جس قدر میسر ہو پڑھے، پھر یہ کہے کہ اے اللہ! ہم نے جو پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا ان سب کو پہنچا دے اھ ملخصاً۔ شامی ہی میں یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء نے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا کچھ اور۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے الخ۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

(مسئلہ ۲۰۷)

ازرائے بریلی مدرسہ رحمانیہ، مرسلہ: حافظ نیاز حسین صاحب، ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

(۱) بوقت ایصال ثواب فلان ابن فلان کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اس کا نام لینا کافی ہوگا؟ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اور اس سے لاعلمی ہے تو ایصالِ ثواب کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا؟

(۲) بروز وفات جو کھانا اہلِ میت کے یہاں بطریق بھاتی بھیجا جاتا ہے اس کو اہلِ میت کے اعزاء قریب یا اعزاء پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروفِ تجہیز و تکفین رہتے ہیں اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں مگر عرفاً معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی اہلِ میت اس کے شریکِ حال رہتے ہیں اس کھانے کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ بصورتِ عدمِ جواز کھانا مکروہ ہوگا یا حرام۔

(۳) بروز سوم، دہم، چہلم، ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرضِ ایصالِ ثواب پکا کر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے اس میں بقدرِ ضرورت اضافہ کرکے علاوہ مساکین کے دیگر اعزہ و احباب کو کھلایا اور اہلِ برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بصورتِ جواز کتبِ فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا۔ التقریب للسرور لا للحزن (تقریب خوشی کے لیے ہوتی ہے غمی کے لیے نہیں۔ ت) بصورتِ عدم جواز کھانا اس کا مکروہ ہوگا یا حرام؟

الجواب:

(۱) ایصالِ ثواب بذریعہ دعا ہے اور دعا رب عزوجل سے۔ اور رب عزوجل بکل شیئ علیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فلاں سے اس کی مراد وہ شخص ہے ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔

(۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہے بھیجنا سنت ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت، نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور اس میں کھائیں۔ وبیان ذلک فی فتاونا (اور اس کا بیان ہمارے فتاوی میں ہے۔ ت)

(۳) ایصالِ ثواب سنت ہے اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی

السرور لا فی الشرور وھی بدعة مستقبحة. روی الامام احمد وابن ماجة. باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللّٰہ قال کنا نعد الاجتماع الیٰ اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحة.[57]

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔ امام احمد اور ابنِ ماجہ بسندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں ہم گروہِ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ (ت)

جب علماء نے اسے غیر مشروع وبدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع وبدعت قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔

قال اللّٰہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان.[58] واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(مسئلہ ۲۱۰)

از حب والہ ضلع بجنور، تحصیل دھانپور، مرسلہ منظور صاحب، ۱۱ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کا تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا اور مشتہر اس کے لعل خاں تھے، دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور میلادِ مروجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہ مجھے یاد نہیں۔

الجواب:

اموات کو ایصال ثواب مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه.[59] (جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔ ت)

اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جب کہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

صوم یوم السبت لا لک ولا علیک.[60] (روز شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے، نہ تیرے اوپر۔ ت)

میرے فتاویٰ ورسائل مجلس مبارک کے استحباب اور ان اشیاء کے جواز سے مالا مال ہیں۔ حامیِ سنت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا، وہابیہ کا کوئی افتراء آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۲۱۱)

از شہر بازار بانس منڈی معرفت عبدالحکیم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام، ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارہویں شریف کو منع کرے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور گیارہویں شریف کا کرنا سنت ہے یا مستحب؟ اگر سنت ہے تو زائد ہے یا مؤکد؟ اور سنت سے کون سی سنت مراد ہوگا؟ آیا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سنتِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین؟ اور جیسے گیارہویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے ہی تیجے کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کریں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارہویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ

سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بجز لانے کے نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور چند سورہ جو مروجہ ہیں ان کے علاوہ اور کوئی سورۂ شریف پڑھ کر فاتحہ و نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل با جر جزیل۔**

الجواب:

یہاں گیارہویں شریف کو منع کرنے والے نہیں مگر وہابی یا رافضی، اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ گیارہویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے، اور مرتبۂ اطلاق میں کہ ایصالِ ثواب ہے سنت ہے، اور سنت سے مراد سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور یہ سنت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ 'ہم لوگ' کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے۔ سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارہویں تاریخ ہونا شرعاً واجب نہیں جانتا، اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصالِ ثواب ہر دن ممکن ہے اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جب کہ اسے شرعاً واجب نہ جانے مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر پیر کو نفلی روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا، یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا؟ یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں، پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں اور سر پر رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں مگر وہابیہ بھی التزاماً سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں، کیا یہ شرعاً فرض واجب ہے؟ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اس کے التزام سے شیطان کا حصہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں، ایصالِ ثواب میں کوئی سورہ شرعاً معین نہیں، اور بلا اعتقادِ وجوب معین کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۲۱۲)

از پیلی بھیت محلہ پکریا، متصل سٹی ڈاک خانہ، مسئولہ: ملا لطیف احمد سوداگر لکڑی،

۲۷ رصفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرہ پکانے کو نکالا جاتا ہے اس میں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کی جائے، جب تیس دن مہینے کے پورے ہوجائیں اور گیارہویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کیے ہوئے پر گیارہویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں؟ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا برائے فاتحہ گیارہویں شریف جائز ہے یا نہیں؟ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا ناجائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے اور اس میں آسانی رہتی ہے۔ روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا اور وہ مہینہ بھر بعد ایک مقدار معتد بہ ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مسئلہ ۲۱۳)

از موضع گھر کھالی تھانہ منگنڈ وا بازار ہانچورانہ ضلع ارکان عرف اکیاب، مسئولہ:

مولوی ابوالحسن صاحب، ۲۸ رجمادی الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروز جمعہ بوقتِ صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نماز جمعہ تسبیح و تہلیل و ختم قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصال ثواب کی کیا ضرورت۔ بناء علیہ بعض علماء ان امور مذکورہ کو ناجائز فرماتے ہیں۔ اب قولِ فیصل کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

جائز ہے، جب کہ میت کی تجہیز و تکفین میں اس کے باعث تاخیر نہ ہو۔ اس کا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں، نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر

ہو جائے۔ اس کے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہو جائیں۔ اب یہ نفع بلا ضرر اور اس حدیثِ صحیح کے عموم میں داخل ہے کہ۔

من استطاع منكم ان ينفع اخاه فليفعل[۱۹] رواه مسلم عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما

جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اسے فائدہ پہنچائے۔ اسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

☆☆☆

حواشی

۱ و

۲ کتاب آداب السماع والوجد، مکتبہ ومطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ، ص ۲/۲۷۳

۳ صراط مستقیم، ہدایت ثالثہ در بدعاتیہ الخ، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور، ص ۶۴

۴ صراط مستقیم، ہدایت اولیٰ در ذکر بدعاتیہ الخ، المکتبۃ السلفیہ لاہور، ص ۵۵

۵ حصن حصین، آداب الدعاء، افضل المطابع لکھنؤ، ص ۱۷

۶ مسائل اربعین

۷ رسالہ زبدۃ النصائح

۸ انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت، المعارف گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۱۰۶

۹ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد، ص ۴۰

۱۰ الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ذکر طریقہ ختمِ خواجگانِ چشت، برقی پریس دہلی، ص ۱۰۰

۱۱ ہمعات، ہمعہ ۱۱، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد ھ، ص ۵۸

۱۲ زبدۃ النصائح

۱۳ انفاس العارفین (اردو) دعوتِ مخدوم الردیہ، المعارف گنج بخش روڈ، لاہور، ص ۱۲۲

۱۴ تحفہ اثنا عشریہ، باب ہفتم در امامت، سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۲۱۴

۱۵ صراط مستقیم، خاتمہ در بیان پارہ الخ، مکتبہ سلفیہ لاہور، ص ۱۶۴

۱۶ نصیحۃ المسلمین، چند شرکیہ رسمیں، سبحانی اکیڈمی لاہور، ص ۴۱

۱۷ رسالہ زبدۃ النصائح

۱۸ و

۱۹ و

۲۰ رسالہ زبدۃ النصائح

۲۱ رسالہ بدعت (معلم اوا)

۲۲ القول الجمیل معہ ترجمہ شفاء العلیل، فصل ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۷۳

۲۳ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ف ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۷۳

۲۴ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ف ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۱۰۷

۲۵ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ف ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۵۱

۲۶ شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ف ۱۱، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۵۱

۲۷ صراط مستقیم، مقدمۃ الکتاب، باب اول، المکتبۃ السلفیہ لاہور، ص ۷ و ۸

۲۸ صراط مستقیم، باب چہارم، باب اول، المکتبۃ السلفیہ لاہور، ص ۱۶۶

۲۹ صحیح مسلم، باب فضل مسجد قباء، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۴۴۸

۳۰ صحیح مسلم، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۳۶۸

۳۱ صحیح البخاری، باب ہجرۃ النبی والصحابہ الی المدینۃ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۵۵۲

۳۲ صحیح البخاری، باب من اراد غزوۃ الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۴۱۴

۳۳ الفردوس بماثور الخطاب، حدیث ۲۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱/۷۸
کنز العمال، حدیث ۲۹۳۴۴، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۰/۲۵۰

۳۴ صحیح البخاری، باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۱۶

۳۵ تعلیم المتعلم، فصل فی بدایۃ السبق، مطبع علیمی دہلی، ص ۴۳

۳۶ تعلیم المتعلم، فصل فی بدایۃ السبق الخ، مطبع علیمی دہلی، ص ۴۳

۳۷ تنزیہ الشریعۃ، باب ذکر البلدان والایام الخ، فصل ثانی حدیث ۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۵۶

۳۸ تعلیم المتعلم، فصل فی بدایۃ السبق الخ، مطبع علیمی دہلی، ص ۴۳

تنزیہ الشریعۃ، باب ذکر البلدان والایام الخ، فصل ثانی حدیث ۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲/۵۶

۲۹ تفسیر عزیزی، آیہ والقمر اذا اتسق کے تحت مذکور ہے، لال کنواں دہلی، ص ۲۰۶

۳۰ مفتی عبد الحکیم پنجابی

۳۱ زبدۃ النصائح

۳۲ در منثور، بحوالہ ابن منذر وابن مردویہ، زیر آیہ سلام علیکم الخ، منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران، ۴/۵۸

۳۳ جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیہ سلام علیکم الخ، مطبعۃ میمنیہ مصر، ۱۳/۸۴

۳۴ التفسیر الکبیر للرازی، زیر آیہ سلام علیکم، مطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر، ۱۷/۳۵

۳۵ زبدۃ النصائح

۳۶ فتاوی شاہ رفیع الدین

۳۷ مسند احمد بن حنبل، حدیث امراۃ رضی اللہ عنہا، دار الفکر بیروت، ۶/۳۶۸

۳۸ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، حدیث ۵۱۲۰، دار المعرفت بیروت، ۴/۳۳۰

۳۹ درمختار، باب الحج عن الغیر، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۸۱

۴۰ ردالمحتار، باب الحج عن الغیر، ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر، ۲/۲۳۶)

۴۱ القرآن، ۱۶/۱۷۔۱۱۶

۴۲ مسند احمد بن حنبل، حدیث الصماء بنت بسر رضی اللہ عنہا، دار الفکر بیروت، ۶/۳۶۸

۴۳ صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۲/۲۲۴

۴۴ مرقات المفاتیح عن ابن عباس، بحوالہ الطبرانی، کتاب الادب، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۸/۵۲۷
مجمع الزوائد، بحوالہ الطبرانی لاوسط، باب فضل قضاء الحوائج، دار الکتاب بیروت، ۸/۱۹۳
الترغیب والترہیب، کتاب البر والصلۃ، مصطفی البابی مصر، ۳/۳۹۴

۴۵ کنز العمال، بحوالہ ابن عساکر عن علی، حدیث ۲۹۰۱۸، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۰/۱۹۳

۴۶ صحیح مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۰/۱
۴۷ الدر المنثور زیر آیۃ افیضوا علینا من الماء الخ، مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران، ۹۰/۳
۴۸ مسند احمد بن حنبل حدیث اسماء بنت یسار رضی اللہ عنہا، دار الفکر بیروت، ۳۶۸/۶
الجامع الصغیر مع فیض القدیر، حدیث ۵۱۳، دار المعرفۃ بیروت، ۲۳۰/۴
۴۹ جامع الترمذی، باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۱۱۵/۲
۵۰ مؤطا امام مالک، النہی عن البکاء علی المیت، میر محمد کتب خانہ کراچی، ص ۲۱۶
۵۱ سنن ابن ماجہ، باب فضل الحامدین، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۲۷۸
المستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعاء، دار الفکر بیروت ۴۹۸/۱
۵۲ انسان العیون فی مشائخ الحرمین
۵۳ مسند احمد بن حنبل، حدیث المقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ، دار الفکر بیروت ۱۳۱/۴
۵۴ مسند احمد بن حنبل، حدیث امرأۃ رضی اللہ عنہا، دار الفکر بیروت، ۳۶۸/۶
۵۵ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری، فصل یستحب زیارۃ اھل المصلی، دار الکتاب بیروت، ص ۳۳۴
۵۶ رد المحتار، مطلب فی القرأۃ للمیت الخ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۰۵/۱
۵۷ فتح القدیر، فصل فی الدفن، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۰۲/۲
۵۸ القرآن ۲/۵
۵۹ صحیح مسلم، باب استحباب الرقیۃ من العین الخ، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۲۲۳/۲
۶۰ مسند احمد بن حنبل، حدیث امرأۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دار الفکر بیروت۔ ۳۶۸/۶
۶۱ صحیح مسلم، کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ، نور محمد اصح المطابق کراچی، ۲۲۳/۲

☆☆☆